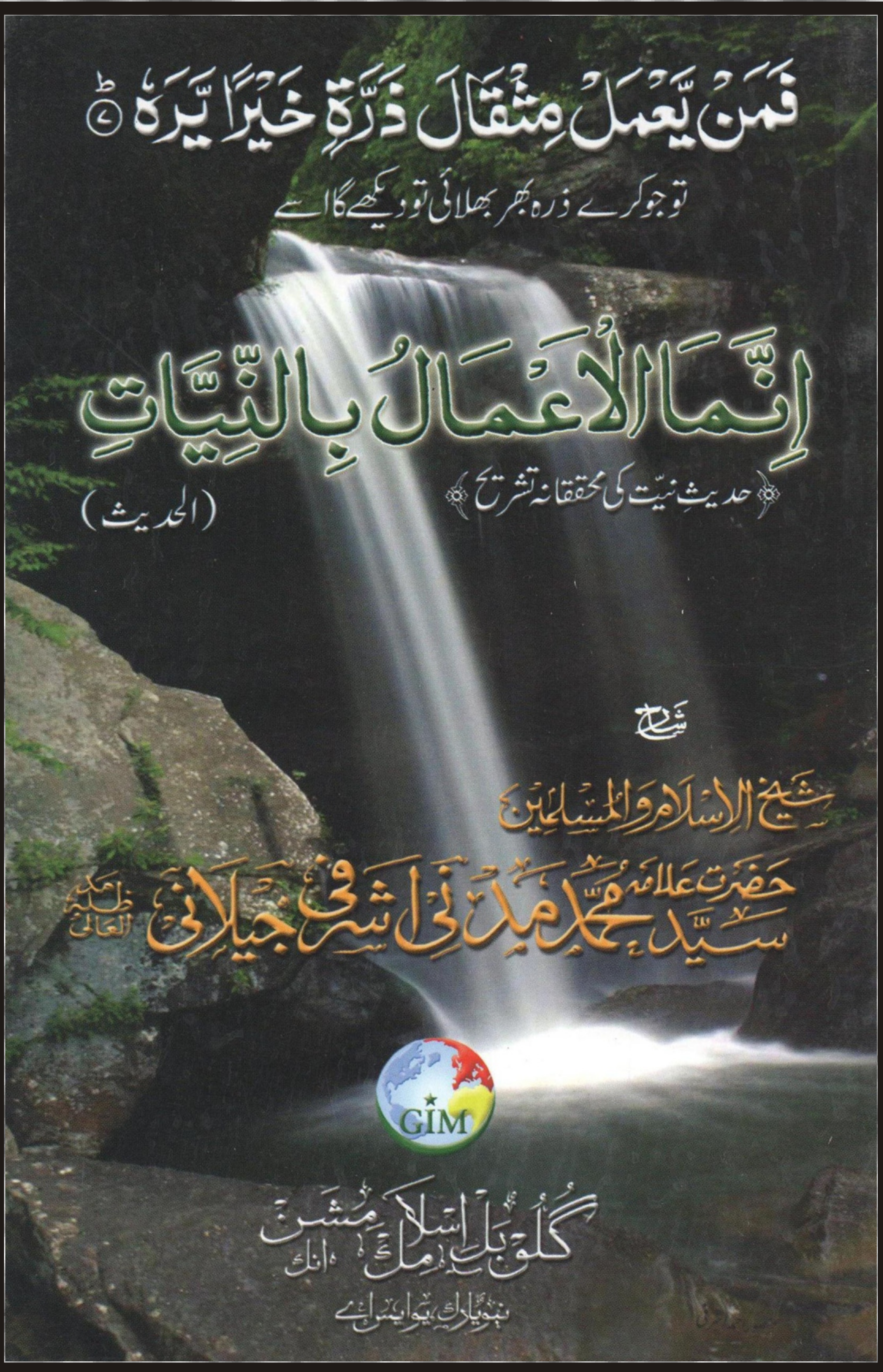

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝۷

تو جو کرے ذرہ بھر بھلائی تو دیکھے گا اسے

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

(الحدیث)

﴿حدیثِ نیّت کی محققانہ تشریح﴾

شارح

شیخ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی

GIM

گلوبل اسلامک مشن انک

نیویارک یو ایس اے

بہ اجازت حضور شیخ الاسلام
'جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ'

نام کتاب: 'اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ' ﴿حدیث نیت کی محققانہ تشریح﴾

شارح: شیخ الاسلام، حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی مدظلہ العالی

پیش لفظ: محمد مسعود احمد سہروردی، اشرفی

کمپیوٹر کتابت: منصور احمد اشرفی

اشاعت اول: رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ / اکتوبر ۲۰۰۴ء

تعداد: ۵۰۰۰

اشاعت دوم: محرم الحرام ۱۴۲۸ھ / فروری ۲۰۰۷

تعداد: ۲۰۰۰

اشاعت سوم: سفر ۱۴۲۹ھ / فروری ۲۰۰۸

تعداد: ۲۰۰۰

www.ashrafitimes.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔۔۔۔اَمَّابَعْدُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! یہ کتاب اس مشن کے اشاعتی سلسلے کی دسویں کڑی ہے جسکی اب تیسری مرتبہ طباعت ہورہی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ رب تبارک وتعالیٰ ہمیں یونہی توفیق مرحمت فرماتا رہے کہ ہم دین اسلام کے پیغام کواحسن طریقوں سے مسلموں اور غیر مسلموں تک پہنچاتے رہیں ﴿امین﴾

حضور شیخ الاسلام نے ۱۹۷۰ء میں 'مشکوٰۃ شریف' کی مفصل شرح تحریر فرمانے کا آغاز کیا تھا جو ماہنامہ 'المیزان' کچھوچھہ شریف میں بعنوان 'تفہیم الحدیث' ہر ماہ پابندی سے چھپنے لگا۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک 'المیزان' نکلتا رہا۔'المیزان' کے بند ہوجانے کے بعد شرح لکھنے کا سلسلہ بھی موقوف ہوگیا۔ مولانا سیف خالد اشرفی صاحب، ڈائریکٹر شیخ الاسلام اکیڈمی، بھاگلپور، بہار، انڈیا، نے ان شماروں سے حضرت کی تحریر کردہ شرحوں کو یکجا کیا۔ حضرت کی اجازت سے اس ادارے نے چالیس احادیث کی شروحات کو'الاربعین الاشرفی' کے عنوان سے اوراس کے علاوہ 'حدیث محبت' اور 'حدیث جبرائیل علیہ السلام' کی شروحات اور زیر نظر 'حدیث نیت' کی شرح کو علیحدہ علیحدہ شائع کیا۔ اجازت مرحمت فرمانے پر ہم حضور شیخ الاسلام کے بے حد شکر گزار ہیں کہ ہمیں بھی دین اسلام کی خدمت کا موقع ملا۔

شارح حدیث شریف، حضور شیخ الاسلام نے زیر نظر 'حدیث نیت' کی شرح نہایت ہی محققانہ اور بڑے ہی سادہ انداز میں تحریر فرمائی ہے۔

۔۔۔حضرت فرماتے ہیں:

> 'تمامی آئمہ حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ یہ حدیث شریف، کثرت فوائد کے لحاظ سے فضل وشرف میں بڑا اونچا مقام رکھتی ہے اور اصول دین سے ایک اصل عظیم ہے۔ بعضوں نے تو اسکو نصف علم قرار دیا ہے۔'

حدیث نیت، اِنَّمَاالْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ، کس نے نہ سنی ہوگی مگر اسکے پیغام کا کامل ادراک بہت ہی کم کو ہوگا۔ دین کے دوسرے احکامات سمیت، اس بات کی بھی اشد ضرورت ہے کہ ہر مسلمان

اہم مضمون پر مبنی اس حدیث کا بھی پورا پورا علم رکھیں، نیتوں کو سنوار کر اعمالِ خیر کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ ثواب اکٹھا کریں۔ اس شرح نے ظاہر کر دیا کہ متعدد نیتیں رکھتے ہوئے ایک ہی عمل خیر کے ذریعہ بہت سارا ثواب اکٹھا کیا جا سکتا ہے۔ جسکا ہر مسلمان کو حریص ہونا چاہیئے۔

'عمل مباح'، نیت خیر سے مستحب و مستحسن ہو جاتا ہے۔ حضرت نے اس نکتہ کو اس سادگی سے سمجھایا کہ اہلسنّت کے سینکڑوں معمولات، کہ جن میں عوام تذبذب کا شکار ہو رہی ہے، کی حقیقت اور اصلیت کھل کر سامنے آ گئی۔

۔۔۔حضرت نے فرمایا:

'بلکہ جتنی عظیم نیت کے پیش نظر یہ اعمال انجام دئے جائینگے، اُتنے ہی عظیم فوائد اور ثواب ان پر مرتب ہونگے۔۔

اور حدیث شریف کو سمجھ لینے کے بعد اختلافی مسائل کی بہت ساری گتھیاں سلجھائی جا سکتی ہیں۔'

حضرت نے شرح کے تحت، ہجرت کے باب میں بڑی سیر حاصل گفتگو کی اور حدیث کا مفہوم کھول کر سامنے رکھ دیا۔ ہجرت کے ضمن میں 'جہاد بالنفس' کا ذکر کرتے ہوئے عقل اور نفس کی پہچان کرائی اور ان دو کے تقاضوں پر روشنی ڈالی۔ حضرت نے 'اہل عقل' و 'اہل نفس' کا تعارف بھی بڑی ہی خوبصورتی سے کروا دیا ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ شارح مدظلہ عالی کی صحت اور عمر میں برکت عطا فرمائے۔

ہم حضور شیخ الاسلام سے مؤدبانہ گزارش کرتے ہیں کہ شروح کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا جائے تا کہ آپ کے قلم سے نکلے ہوئے الفاظ کے موتیوں کی چمک سے مسلمانانِ عالم کے دل منور ہو جائیں۔

آخیر میں ہم اپنے تمام بزرگوں اور احباب کا شکریہ ادا کرتے ہیں جو ہماری حوصلہ افزائی فرماتے ہیں۔ انشاء اللہ زیر نظر شرح کو ادارہ بہت جلد انگریزی میں بھی شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اپنی توفیق ہمارے شامل حال رکھے۔

آمین بجاہ النبی الکریم والہ واصحابہ اجمعین

چیئر مین ابوالمنصور **محمد مسعود احمد** سہروردی اشرفی
گلوبل اسلامک مشن، اٹک یکم ربیع أول ۱۴۲۹ھ بمطابق ۱۰ مارچ ۲۰۰۸ء

حدیثِ نیت

عَنْ عُمَرَابنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَاالْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِاِمْرَیءٍ مَّا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلٰی دُنْیَایُصِیْبُھَااَوْ اِمْرَأَۃٍ یَتَزَوَّجُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا ھَا جَرَاِلَیْہِ۔

﴿متفق علیہ﴾

’امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطاب ؓ سے مروی ہے کہ حضور آیۃ رحمت ﷺ نے فرمایا، بارگاہِ حق تعالیٰ میں کوئی عمل بغیر نیت مقبول و معتبر نہیں۔ ہر شخص کیلئے وہ ہی ہے جو نیت کرے۔ پس جس کی ہجرت، اللہ و رسول کی طرف ہو، تو اس کی ہجرت اللہ و رسول ہی کی طرف ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا عورت سے نکاح کرنے کیلئے ہو، اس کی ہجرت اس طرف ہوگی جس کیلئے کی۔

صلى الله عليه وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تشریح

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ

کوئی عمل بغیر نیت مقبول و معتبر نہیں۔

بعض روایتوں میں ہے اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ، بعض میں ہے اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّۃِ اور بعض میں اَلْعَمَلُ بِالنِّیَّۃِ ہے۔ لیکن ان تمام عبارتوں سے مقصود و مراد یہی ہے کہ کوئی عمل، خواہ قلب کا ہو یا قالب کا، 'اخذ' سے متعلق ہو یا 'ترک' سے، قول ہو یا فعل، عبادات سے ہو یا عادات سے، بے نیت مقبول و معتبر نہیں اور اس پر ثواب کا ترتب نہیں۔

اکثر مصنّفین علم حدیث نے اپنی کتابوں کی ابتداء اسی حدیث شریف سے فرمائی ہے اور بعض مشائخ متقدمین نے امورِ دین کے ہر امر کے آغاز اور دینی تالیفات کی ابتداء میں اس حدیث شریف کی تقدیم کو مستحسن قرار دیا ہے۔ اس میں طالب علم حدیث۔۔۔ نیز۔۔۔ طالب علم دین کیلئے یہ تنبیہ و ترغیب ہے کہ اس علم شریف کی طلب و تحصیل کیلئے حسن ارادہ اور خلوصِ نیت ضروری ہے۔ اور اخلاص کا اغراض و اعواض کے شائبہ سے خالی ہونا لازمی ہے۔ اسلئے کہ علم شریف کی طلب کی راہ میں آنا خدا اور رسول کی طرف ہجرت کرنے اور انکی طرف مائل ہونے کے مترادف ہے۔ تو جس طرح راہِ خدا اور رسول میں آنے کیلئے خلوصِ نیت شرط ہے، اسی طرح یہاں بھی شرط ہے۔

تمامی ائمہ حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ یہ حدیث شریف، کثرتِ فوائد کے لحاظ سے فضل و شرف میں بڑا اونچا مقام رکھتی ہے اور اصولِ دین سے ایک اصل عظیم

ہے۔ بعضوں نے تو اسکو نصف علم قرار دیا ہے، اس اعتبار سے کہ اعمال کی دو قسمیں ہیں:

﴿۱﴾۔۔۔ اعمالِ قلب ﴿۲﴾۔۔۔ اعمالِ قالب اور نیت

۔۔۔ ہر عمل قلب کی اصل ہے۔ اور اگر اس نقطہ ءنظر سے دیکھا جائے کہ جملہ اعمال، خواہ عبادات سے ہوں یا عادات سے، بے نیت، بارگاہِ الٰہی میں مقبول و معتبر نہیں اور ان پر کوئی ثواب مرتب نہ ہوگا، تو اس قول کی بھی گنجائش نکل آئے گی کہ یہ حدیث شریف تمام علم اور مجموع دین سے ہے۔ اسلیئے کہ دین کا کوئی عمل نہیں جو بے نیت سودمند ہو۔

تمام علمائے دین اس حدیث کی صحت پر متفق ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ 'متواتر' ہے۔ جب یہ معلوم ہوگیا کہ جملہ اعمال کے ثواب کا دارومدار نیت پر ہے، تو اب یہ کہنا حقیقت پر مبنی ہوگا کہ وہ اعمال جن کا مقصود صرف ثواب ہو، وہ بغیر نیت غیر صحیح و ناجائز ہونگے۔ اسلیئے کہ جب ان اعمال سے ثواب کے سوا کوئی اور غرض نہیں، اور حصولِ ثواب بے نیت ممکن نہیں، تو پھر ان اعمال کا بغیر نیت کے عبث و نادرست ہونا ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے۔ ایسے اعمال کو 'مقصود لذاتہ' کہا جاتا ہے۔ رہ گئے وہ اعمال جو ثواب کے علاوہ کوئی اور غرض بھی رکھتے ہوں اور جن سے کوئی اور مقصد بھی متعلق ہو۔۔۔ الحاصل۔۔۔ وہ 'بذاتہ' مقصود نہ ہوں بلکہ دوسرے مقصود کا وسیلہ بنتے ہوں، تو ایسے اعمال کا ثواب اگرچہ 'مشروط بہ نیت' ہے لیکن بے نیت بھی وہ جائز رہیں گے، اگرچہ ثواب ان پر مرتب نہ ہو۔ چونکہ یہ اعمال مقاصد رکھتے ہیں تو انکا وجود اپنے ہر ہر مقصد کے ضمن میں ہو جائے گا۔ اب اگر انکا کوئی ایک مقصد حاصل نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسکا دوسرا مقصد بھی حاصل نہ ہو۔ ایسے اعمال کو 'مقصود لغیرہ' کہا جاتا ہے۔

دوسرے لفظوں میں اسے 'وسیلہ ءعمل دیگر' کہہ لیجئے۔۔۔ مثلا۔۔۔ نماز 'مقصود لذاتہ' ہے، اس سے صرف ثواب، یعنی 'تقرب الی اللہ' مقصود ہے۔ اور 'تقرب الی

اللہ' کے مقصد کا نام 'نیت' ہے، تو اگر نماز میں یہ قصد نہ ہو، بہ لفظ دیگر نیت نہ ہو، پھر اسکا مقصد فوت ہو جائے گا اور وہ صحیح نہ ہوگی۔

'مقصود لغیرہ' کی مثال میں وضو کو لے لیجئے، چونکہ وضو سے مقصود نماز ہے، لہٰذا یہ بے نیت بھی صحیح و جائز ہوگا۔۔۔الحاصل۔۔۔'وضو بے نیت' پر ثواب نہیں لیکن اس سے نماز ہو جائے گی۔ اس امر کی طرف اشارہ گزر چکا ہے کہ 'نیت' سے یہاں 'قصد تقرب الی اللہ' مراد ہے۔ یعنی جو کام کرے خدا کیلئے کرے اور امتثالِ امر اور طلب رضائے الٰہی کو ملحوظِ خاطر رکھے تو نیت دل کے کام کا نام ہوا، زبان سے کہنا ضروری نہیں۔ فقہائے کرام کا ارشاد ہے کہ 'مستحب ہے کہ زبان سے بھی کہہ لیا جائے' تاکہ زبان دل کے موافق، اور ظاہر باطن کے مطابق ہو جائے۔ اگرچہ تلفظ نیت صحت نماز کیلئے شرط نہیں، مگر نیت کے معنی کا تعقل[1] اور اسکا دل میں استحضار[2]، ذکر الفاظ سے آسان ہو جاتا ہے۔ ہاں الفاظِ نیت کو بالجہر[3] کہنا بالاتفاق نامشروع[4] ہے۔

جب 'نیت' ارادۂ قلب کا نام ہے تو اگر کوئی ایسی شکل ہو کہ زبان پر نہ ہو یا زبان سے کچھ اسکے خلاف نکل جائے تو کوئی حرج نہیں:

وَاِنَّمَا لِامْرَیءٍ مَّا نَوٰے
مرد کو صرف اس عمل کا ثواب ملے گا جسکی اس نے نیت کی

بعض روایتوں میں یوں ہے کہ اِنَّمَالِکُلِّ امْرِیٔ یعنی لفظ 'کُل' کا اضافہ ہے۔ یہ جملہ کلامِ سابق کی تاکید ہے۔ دونوں کا مآل ایک ہے کہ عمل بے نیت صحیح و معتبر نہیں اور ہر عمل کیلئے ایک نیت مخصوص ہے تو ہر شخص کی قسمت میں اس عمل سے وہی ہے جسکی اس نے نیت کی تو اگر کسی عمل سے متعدد نیتیں وابستہ ہو سکتی ہیں تو اس میں جس جس کی نیت کی جائیگی، اس کا ثواب ملے گا۔۔۔مثلاً۔۔۔کسی ایسے فقیر کو کچھ دیا گیا

---

[1] ---سمجھنا [2] ---حاضر ہونا [3] ---آواز کے ساتھ [4] ---غیر درست

جو اپنا قریب وخویش بھی ہو اور نیت صرف فقیر کی کی گئی، قرابت کا لحاظ نہ کیا گیا، تو صدقہ کا ثواب ملے گا لیکن صلہ رحمی کا اجر نہ ملے گا۔ اور اگر قرابت کا خیال کیا اور فقیر کا لحاظ نہ کیا تو صرف صلہ رحمی کا ثواب میسر ہوگا لیکن صدقہ کے ثواب سے محرومی رہے گی۔ اور اگر دونوں کا لحاظ کر لیا گیا تو دونوں قسم کے ثواب سے بہرہ مندی ہو گی۔۔۔ الحاصل۔۔۔ ایک ہی شخص، ایک ہی عمل خیر سے متعدد نیتوں کے واسطے سے بہت سارے ثواب اکٹھا کر سکتا ہے۔۔۔ مثلاً۔۔۔ مسجد میں بیٹھنا ایک عمل ہے، اس سے متعدد نیتیں متعلق ہو سکتی ہیں اور ہر نیت پر ایک ثواب مرتب ہوتا ہے۔ مسجد میں بیٹھنے سے متعلق چند نیتوں کی طرف اشارہ کرتا چلوں:

﴿۱﴾۔۔۔ حدیثوں سے ثابت ہے کہ مسجد خانہ خدا ہے اور جو مسجد میں آتا ہے گویا اللہ کی زیارت ویافت[1] کیلئے آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کریم ہے اور ہر کریم اپنے زائرین کی ضیافت کو اپنے ذمہ کرم پر رکھتا ہے۔ مسجد میں بیٹھنے کی ایک نیت یہ بھی ہے کہ اس فضیلت وکرامت کو پا لیا جائے۔

﴿۲﴾۔۔۔ حدیث صحیح ہے کہ جو نماز کا انتظار کرتا ہے وہ گویا نماز ہی میں ہے، اور اس نماز کو ادا کر رہا ہے جسکا وہ منتظر ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک آیۃ کریمہ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا ﴿سورۃ آل عمران: ۲۰۰﴾

۔۔۔ میں 'مرابطت'[2] سے یہی مراد ہے۔ حدیث میں ہے کہ نماز کے بعد نماز کا انتظار خطاؤں کے محو اور گناہوں کے کفارہ اور رفع درجات کا موجب ہے۔۔۔ مکرر ارشاد فرمایا گیا ہے:

فَذَالِکُمُ الرِّبَاطُ فَذَالِکُمُ الرِّبَاطُ

﴿۱﴾۔۔۔ پانا ﴿۲﴾۔۔۔ ایک دوسرے کو ایک دوسرے سے مربوط کرنا یعنی ملانا

۔۔۔مسجد میں نشست کی ایک نیت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ نماز باجماعت کے انتظار کی سعادت حاصل کرنی ہے۔

﴿۳﴾۔۔۔ایک نیت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جب ہم مسجد میں رہیں گے تو ہماری آنکھیں وناک۔۔۔نیز۔۔۔تمام اعضاء ان معاصی[1] ومنہیات[2] سے محفوظ رہیں گے جو کوچہ وبازار میں ہوتے رہتے ہیں۔

﴿۴﴾۔۔۔ہر شخص کو چاہئے کہ جب جب مسجد میں آئے تو اعتکاف کی نیت کرے، بقول اس شخص کے جو فرماتے ہیں کہ مدت اعتکاف کم ازکم ایک ساعت ہے۔ تو اعتکاف کی نیت سے مسجد میں بیٹھ کر اپنے کو اس آسان ترین عبادت سے جسکی تحصیل سے عوام غافل ہیں، اپنے کو مشرف کیا جاسکتا ہے۔

﴿۵﴾۔۔۔حضور آیۂ رحمت ﷺ کی بارگاہِ بےکس پناہ میں صلوٰۃ وسلام کا نذرانۂ محبت پیش کرنے کے مقدس ترین عمل کی نیت سے مسجد کی مقدس زمین کا انتخاب کیا جاسکتا ہے اور اسکے علاوہ دوسری ان دعاؤں کی نیت سے مسجد کا رخ کیا جاسکتا ہے جو مسجد میں داخل ہونے اور باہر ہونے سے متعلق مسنون[3] وماثور[4] ہیں، اور بےشمار فضیلت وثواب کی حامل ہیں۔

﴿۶﴾۔۔۔مسجد میں بیٹھنے کی ایک نیت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن یا سماعت قرآن کیلئے تنہائی حاصل ہو۔ یا ذکر خداوندی وغیرہ کی لوگوں کو ترغیب دی جائے اور مجاہد فی سبیل اللہ کا درجہ حاصل کیا جائے۔ اسلئے کہ حدیثوں میں ہے کہ جو مسجد میں ذکر تذکیر

---

[1] ﴿۱﴾۔۔۔گناہ

[2] ﴿۲﴾۔۔۔ممنوع باتیں یا ممنوع چیزیں

[3] ﴿۳﴾۔۔۔جو سنت سے ثابت ہوں

[4] ﴿۴﴾۔۔۔جو حدیث سے ثابت ہوں

کیلئے جاتا ہے وہ 'مجاہد فی سبیل اللہ' کی مانند ہے۔۔۔ نیز۔۔۔ روایتوں میں ہے کہ خانہء خدا میں تلاوت کرنے والے کے اِرد گرد ملائکہ کا اجتماع ہوتا ہے اور رحمت خداوندی اس پر جلوہ گستر ہوتی ہے۔

﴿۷﴾۔۔۔ بہ قصد حصول ثواب حج وعمرہ میں بھی مسجد میں آنا ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ روایتوں میں ہے جو باوضو مسجد میں جائے اور نماز پڑھے اس کو حج وعمرہ کا ثواب ملتا ہے، بالخصوص مسجد نبوی شریف میں۔

﴿۸﴾۔۔۔ مسجد میں اس نیت سے بھی آیا جا سکتا ہے کہ چونکہ مسجد میں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے لہٰذا علم دین کے افادہ واستفادہ اور امر معروف ونہی منکر کا اچھا موقع میسر ہوتا ہے۔

﴿۹﴾۔۔۔ بہ قصد زیارت برادر دینی جو راہِ خدا میں مددگار ہو مسجد کا رُخ کیا جا سکتا ہے۔

﴿۱۰﴾۔۔۔ اس ارادہ سے بھی مسجد میں جا سکتے ہیں کہ اسطرح سے مسجد میں رہنے والوں اور آنے والوں کو سلام کرنے کا موقع میسر آئے گا۔

﴿۱۱﴾۔۔۔ چونکہ مسجد میں جمعیت خاطر[۱] اور حصول فراغ[۲] ہوتا ہے، لہٰذا تفکر ومراقبہ وقوتِ فکریہ کی امور آخرت کی طرف توجہ اور تقصیرات[۳] سے استغفار کے ارادہ سے آسکتے ہیں۔

﴿۱۲﴾۔۔۔ مسجدیں چونکہ اللہ تعالیٰ کی خاص تجلی گاہ ہیں اور خدا کی طرف انکی نسبت ہے لہٰذا انکی روحانیت سے ایک ایسے ذوق ونورایت کا حصول ہوگا جس سے مشاہدۂ حق سے اتصال[۴] اور ذاتِ مطلق کے شہود میں استغراق[۵] کی کیفیت حاصل ہوگی۔۔۔ نیز۔۔۔ باطن کا حضور

---

[۱] ۔۔۔ دل جمعی یا دل کی یکسوئی
[۲] ۔۔۔ فراغت کا حاصل ہونا
[۳] ۔۔۔ قصور کی جمع ہے
[۴] ۔۔۔ ملنا
[۵] ۔۔۔ کسی چیز میں ڈوب جانا

اور دل کا سرور میسر ہوگا۔۔۔ مزید برآں۔۔۔ مسجد میں دخول[1] تو خود اعمال آخرت سے ہے اور مسجد محل عبادت ہے۔۔۔ الحاصل۔۔۔ اس نیت سے بھی مسجد میں دخول ہوسکتا ہے۔

ان اعمالِ مذکورہ اور انکے امثال و نظائر کو تو جانے دیجئے، نیت خیر اگر اعمال طبعی و شہوانی سے متعلق ہو جائے تو اسکا بھی اجر و ثواب ملتا ہے۔۔۔ مثلاً۔۔۔ خوشبو جمعہ کے دن یا کسی بھی دن لگانا۔

﴿۱﴾--- بہ قصد اتباعِ سنت رسول اللہ ﷺ کہ آپ ﷺ خوشبو کو محبوب رکھتے تھے۔

﴿۲﴾--- بہ قصد تعظیم مسجد اور بدبو کے دفع کے ارادے سے تاکہ اپنے یا دوسرے کو تکلیف نہ ہو۔۔۔ نیز۔۔۔ جو لوگ یا ملائکہ اسکے جلیس و ہم نشین ہوں ان کو راحت و سکون حاصل ہو۔

﴿۳﴾--- بہ قصد سد باب غیبت: یعنی بدبو کی وجہ سے جو اسکی غیبت کر کے معصیت میں مبتلا ہوسکتا تھا اب وہ اسکی معصیت سے محفوظ رہے گا۔ جب اس میں بدبو نہ رہے گی تو پھر کوئی اسکی بدبو کا ذکر بھی نہ کرے گا۔ اور گناہِ مذکور کا ارتکاب بھی نہ کرے گا۔

﴿۴﴾--- بہ قصد معالجہء دماغ: تاکہ دماغ تازہ ہو، فطانت[2] و ذکاوت[3] زیادہ ہو اور علوم و معارف کا درک[4] حاصل ہو، وغیرہ وغیرہ۔

اسکے برخلاف اگر محض لذاتِ جسمانی و شہوات نفسانی اور خود نمائی کیلئے خوشبو لگاتا ہے تو ثواب سے محروم رہے گا۔ بلکہ مستحق ملامت و عتاب ہوگا۔ ان تفصیلات سے یہ امر واضح ہوگیا کہ ہر کام کا دار و مدار اور ثواب کا حصول، نیت پر ہے۔

---

[1]--- داخل ہونا [2]--- عقلمندی، ہوشیاری [3]--- باریک بینی [4]--- پہچان

فوائد

نصوصِ شرعیہ جسکی حلت وحرمت کے بارے میں خاموش ہوں اور کہیں اس عمل کے حلال وحرام ہونے کی تصریح نہ ملے ایسے عمل کو 'عمل مباح' کہیں گے جسکا کرنا نہ کرنا دونوں برابر ہیں۔ اسی مقام پر یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ تمام اشیاء کی اصل 'اباحت' ہے۔ اِس کا مطلب یہی ہے کہ جس عمل کو اللہ ورسول نے حرام وحلال نہ فرمایا ہو اس عمل کو 'مباح' کہیں گے۔

---الحاصل--- کسی عمل کو حلال یا حرام کہنا اس عمل کی اصل کے خلاف ایک حکم دینا ہے۔ اور اصل کے خلاف کوئی حکم لگانے سے پہلے دلیل کی ضرورت ہے۔ اس دلیل دینے کا ذمہ دار وہی ہے جو ایسا حکم لگائے۔ اگر نصوصِ شرعیہ[1] میں اسکی کوئی دلیل نہیں تو وہ عمل اپنی اصل پر رہتے ہوئے 'مباح' رہے گا۔ یہیں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جو کسی عمل کو 'مباح' کہے اسکے ذمہ کوئی دلیل نہیں۔ اب اگر اس سے کوئی دلیل کا مطالبہ کرے تو یہ کھلا ہوا فریب ہے۔

'عمل مباح' سے 'نیت خیر' بھی متعلق ہوسکتی ہے اور 'نیت شر' بھی۔ اچھی نیت سے وہ 'عمل مباح' مستحب و مستحسن ہوجاتا ہے اور نیت شر سے ناجائز وحرام---الحاصل ---جس درجہ کی نیت ہوگی اس درجہ کا حکم دیا جائے گا---مثلاً---کھڑا ہونا یہ ایک 'عمل مباح' ہے لیکن اگر کوئی اِس ارادہ سے کھڑا ہو کہ طاق پر قرآن شریف رکھا ہوا ہے اور اسے اتار کر تلاوت کرنی ہے، تو ایسی صورت میں یہ 'قیام مباح' 'قیامِ مستحسن' ہوجاتا ہے۔ اور اگر اس نیت سے کھڑا ہو کہ طاق سے شراب کی بوتل اتار کر آلودۂ معصیت ہونا ہے، تو ایسی صورت میں یہ 'قیام مباح' 'قیام حرام' ہوگا۔ اور اگر کسی قسم کی

کوئی نیت نہ ہو تو یہ قیام 'مباح' رہے گا، جسکے کرنے سے کوئی ثواب نہیں، اور نہ کرنے سے کچھ گناہ نہیں۔

۔۔۔الحاصل۔۔۔عمل مباح سے متعلق کوئی حکم صادر کرنے سے پہلے نیت عمل کو ملحوظِ خاطر رکھنا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص فضول خرچی کرتا ہے اور بلا ضرورت روپیہ وغیرہ پانی کی طرح بہاتا ہے تو اس سے کہا جائے گا:

لَا خَیۡرَ فِی الۡاِسۡرَافِ

دیکھ فضول خرچی میں کوئی بھلائی نہیں

۔۔۔لیکن اگر وہ کسی عظیم مقصد اور نیک نیتی کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہاتھ کو کھولے ہوئے ہے تو اس سے کہا جائے گا:

لَا اِسۡرَافَ فِیۡ الۡخَیۡرِ

امر خیر اور عظیم مقصد کے حصول کیلئے کتنا بھی خرچ کر دیا جائے فضول خرچی نہیں

۔۔۔دیکھئے نیت کے فتور کا وہ نتیجہ تھا اور نیک نیتی کا یہ انجام ہے۔ فائدہ کے ضمن میں جو امور ہیں انکا لب لباب یہ ہے۔

﴿۱﴾۔۔۔ہر چیز کی اصل مباح ہونا ہے۔

﴿۲﴾۔۔۔ہر مباح چیز، بہ نیت حسن، مستحسن ہو جاتی ہے اور اس پر ثواب مرتب ہوتا ہے۔

﴿۳﴾۔۔۔امر مستحسن کے حصول کیلئے کتنا بھی خرچ ہو جائے وہ فضول خرچی نہیں۔۔۔لہٰذا فاتحہ، ایصالِ ثواب، تیجہ، چالیسواں، عرس، آستانہ جات اولیائے کرام پر حاضری، انکے مزاراتِ مقدسہ پر صندل و چادر پوشی، عطر پاشی وگل پوشی، آستانے پر قبہ جات کی تعمیر، بزمِ ذکر میلاد اور اسکی جملہ آرائش، قیام تعظیمی، وغیرہ مِن اَمۡثَالِھَا وَنَظَائِرِھَا کو ان کی حقیقت اور اصلیت پر نظر رکھتے ہوئے 'مباح' ماننے

کے باوجود 'امر مستحسنہ' سے شمار کریں گے۔ اسلئے کہ ان تمام کے ساتھ نیک نیتی اور عظیم مقاصد وابستہ ہو چکے ہیں۔ اب ان امور کے انجام دینے کیلئے کچھ بھی خرچ کیا جائے اسراف کے حکم میں نہ ہوگا۔ بلکہ جتنی عظیم نیت کے پیش نظر یہ اعمال انجام دئے جائینگے، اتنے ہی عظیم فوائد اور ثواب ان پر مرتب ہوں گے۔ اِنَّمَاالاَعمَالُ بِالنِّیَاتِ کی حقیقت تسلیم کر لینے والے کیلئے گنجائش نہیں کہ وہ مذکورہ بالا 'امورِ مستحسنہ' کے انجام دینے والوں پر طعن و تشنیع [1] کرے۔ ان حقائق کے واضح ہو جانے کے بعد یہ طعن و تشنیع، حدیث رسول سے انکار کے مرادف ہے۔ معلوم ہوا کہ صرف اسی حدیث شریف کو سمجھ لینے کے بعد اختلافی مسائل کی بہت ساری گتھیاں سلجھائی جاسکتی ہیں۔

حدیث مذکور کے پہلے حصے یعنی اِنَّمَاالاَعمَالُ بِالنِّیَاتِ وَاِنَّمَالاَمرِی مَانَوٰی میں نیت کے مدارِ ثواب ہونے کا ذکر بطریق اجمال اور بطور قاعدہ کلیہ ہے۔ اسی کو دوسرے حصے میں مثالِ جزئی دے کر سمجھایا ہے:

فَمَنْ کَانَتْ هِجرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجرَتُهٗ اِلَی
اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ کَانَتْ هِجرَتُهٗ اِلٰی دُنْیَایُصِیبُهَااَوْ اِمْرَأَ ةٍ
یَتَزَوَّجُهَا فَهِجرَتُهٗ اِلٰی مَا هَا جَرَاِلَیْهِ۔

۔۔۔تو جسکا اپنے وطن کا چھوڑنا اللہ و رسول کی رضا اور انکے احکام برلانے کیلئے ہے، تو اس کی ہجرت اللہ و رسول کیلئے ہے۔ یعنی اللہ و رسول کی بارگاہ میں مقبول ہے اور اس پر ثوابِ عظیم مرتب ہوگا۔ اور جس شخص کی ہجرت دنیا کی طرف ہے تاکہ اسے دنیا حاصل ہو، یا کسی عورت کیلئے ہے کہ وہ اس سے نکاح کرے، اور اس میں خدا اور رسول کی رضا اور انکے کسی امر کی بجا آوری کا پہلو نہ ہو، تو اسکی ہجرت اسکی طرف ہے جسکی طرف اس نے ہجرت کی ہے، یعنی دنیا یا کسی عورت سے نکاح کرنا۔

---

[1] ۔۔۔برا بھلا کہنا

جواہر پارے

﴿۱﴾---بعض روایتوں میں حدیث کے الفاظ اِلَی الدُّنیَا کے بجائے لِدُنیَا ہے۔ دونوں کا حاصل ایک ہے۔

﴿۲﴾---فَہِجرَتُہ' اِلٰی مَاھَاجَرَ اِلَیہِ فرمایا ہے۔ اور تحصیل دنیا یا تزوج انکا ذکر بہ صراحت اس دوسری عبارت میں نہیں کیا، بخلاف اسکے اللہ و رسول کا ذکر مکرر فرمایا ہے۔ اسلئے کہ 'دنیا' 'زن' کے ذکر کی تکرار طبع خدا رسا پر مکروہ معلوم ہوتی ہے، بخلاف خداورسول کے ذکر کے، جس میں ایک لذت اور چاشنی ہے۔

﴿۳﴾---مجمل ذکر کرنے میں یہ بھی مصلحت ہے کہ اس صورت میں یہ ایک قاعدہ کلیہ کی طرح تمام ان امور کو شامل ہو جائے گا، جسکی طرف ہجرت کی جائے ---نیز---ایسی شکل میں وہ صورتیں بھی اس میں داخل ہو جائیں گی جس میں 'حصول دنیا' اور 'تزوّج زن' کے ساتھ ساتھ 'رضائے حق' اور 'امتثال امر' کی بھی نیت ملی ہوئی ہو۔ یہ آخری صورت بھی حصولِ ثواب سے خالی نہیں۔ بقدرِ نیت اس پر بھی ثواب مرتب ہوگا۔ لیکن ظاہر حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ شرکت کی صورت میں ثواب کا ترتب نہ ہوگا۔ ہاں اگر نیت حق غالب ہو تو ثواب کی توقع ہے--- وَاللّٰہُ اَعلَمُ!

﴿۴﴾---یہاں دنیا سے مراد ہر وہ شے ہے جو ماسوائے حق ہو اور خدا سے غافل کر دینے والی ہو۔ چونکہ مردوں کا فتنوں اور ابتلا و آزمائش میں پڑنا عورتوں کے سبب بیشتر و سخت تر ہے۔ یہاں تک کہ سلوک راہ دین اور ذکر خدا کے مواقع میں عام انسانوں کیلئے ایک سخت ترین مانع عورتیں ثابت ہوتی ہیں۔ لہٰذا ذکر دنیا کے باوجود انکا الگ مستقل ذکر کر کے تحذیر و تخویف کی زیادتی مقصود ہے، گو یہ بھی دنیا ہی میں شامل ہے۔

﴿۵﴾---عورتوں کے ذکر کی ایک قریب ترین وجہ یہ بھی ہے کہ ظہور اسلام سے پہلے اہل عرب نسبی عصبیت میں شدت کے ساتھ مبتلا تھے، اپنے نسب والوں کے سوا دوسرے نسب والوں کو اپنا کفو[۱] نہیں سمجھتے تھے، لیکن جب خورشید اسلام طلوع ہوا اور عربی عصبیت کم ہوئی تو ہر مسلمان دوسرے مسلمان کو اپنے برابر سمجھنے لگا اور 'بابِ مناکحت[۲]' میں پرانی عصبیت ختم ہوگئی تو کچھ لوگوں نے مدینہ منورہ عورتوں سے نکاح کی غرض سے بھی ہجرت کی تو سرکار نے یہ حدیث فرمائی اور عورتوں کا ذکر خصوصیت کے ساتھ موقع کی مناسبت کے پیش نظر فرمایا۔

﴿۶﴾---لغت میں ہجرت 'ترک وقطع' کو کہتے ہیں اور عرفِ شرع میں ایک زمین چھوڑ کر طلب رضائے حق کیلئے دوسری زمین پر جا بسنے کو ہجرت کہتے ہیں۔

﴿۷﴾---اس حدیث شریف میں ہجرت سے مراد وطن سے غیر وطن کی طرف منتقل ہو جانا ہے، خواہ وہ مکہ ہو یا اسکے علاوہ مدینہ ہو، یا اسکے سوا۔ طلب رضائے حق کیلئے ہو یا طلب رضائے حق کیلئے نہ ہو۔ ایسی صورت میں یہ ہجرت 'دنیا' 'زن' کی طرف ہجرت کو شامل ہو سکتی ہے۔

﴿۸﴾---اسلام میں دو طریقہ کی ہجرت واقع ہو چکی ہے:

﴿اوّل﴾---دارِ خوف سے دارِ امن کی طرف، جیسے مشرکان مکہ کے شر و فساد کے خوف سے ابتدائے اسلام میں بعض صحابہ کا حبشہ کی طرف ہجرت کرنا، یا بعض کا مکہ سے مدینہ کی طرف، رسول ﷺ کی ہجرت اور امر اسلام کے استقرار سے پہلے منتقل ہو جانا۔

﴿دوسرے﴾---دارِ کفر سے دارِ اسلام کی طرف، جیسے حضور آیۂ رحمت ﷺ کے مدینہ شریف میں تمکن و استقرار کے بعد مسلمانوں کا مکہ شریف سے یا اسکے علاوہ کسی اور جگہ سے مدینہ شریف کی طرف ہجرت کرنا، اس وقت باعتبار غالب مکہ سے مدینہ کی طرف مخصوص کر دی گئی تھی لیکن فتح مکہ کے بعد جب مکہ دار الاسلام ہو گیا، اس اختصاص

---

[۱] ---ہمسر، برابر
[۲] ---نکاح کے معاملات میں

کو ختم فرما دیا گیا۔۔۔ بعض حدیثوں میں:

لَاھِجرَۃَ بَعدَ الفَتحَ

فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں

۔۔۔آیا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد مکہ سے ہجرت نہیں ہے۔ اسلئے کہ اب یہ دارالاسلام ہو گیا ہے۔

اب رہ گئی اصل ہجرت یعنی دارِ کفر سے منتقل ہونا تو اسکا حکم آج سے لیکر قیامت تک کیلئے باقی رکھا گیا ہے، ہر اس شخص کیلئے جو اس پر قادر ہو۔ حضور آیۂ رحمت ﷺ کے اس قول مبارک سے یہی مراد ہے، فرمایا ہے:

لَاتَنقَطَعُ الْھِجرَۃُ حَتّٰی تَنقَطَعَ التَّوبَۃُ

ہجرت اس وقت تک منقطع نہ ہوگی اور اس کا حکم اس وقت تک برطرف نہ کیا جائے گا جب تک کہ توبہ منقطع نہ ہو جائے اور اسکا دروازہ نہ بند کر دیا جائے۔

﴿۹﴾۔۔۔ ہجرت کے ایک خاص معنی اور بھی ہیں جس کو 'ہجرت حقیقی' اور 'ہجرت کبریٰ' کہا جائے تو نامناسب نہیں۔ وہ ہے 'موطن طبیعت' سے 'مدینہ شریعت' کی طرف منتقل ہو جانا۔ اور 'منہیات ومکروہات شرعیہ' کی دنیا سے اپنے کو الگ کر کے 'اطاعت مصطفوی' کے عالم میں بس جانا۔

۔۔۔حدیث میں آیا ہے:

اَلمُھَاجِرُمَن ھَجَرَمَانَھَی اللّٰہُ عَنہُ

۔۔۔یعنی۔۔۔ مہاجر حقیقی اور کامل ہجرت کرنے والا وہ ہے جو ہر اس چیز کو چھوڑ چکا ہو جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہو۔

۔۔۔تو جیسے 'جہادِ نفس'، 'جہادِ اکبر' ہے، تو اسی طرح 'ہجرت از خواہشاتِ نفس'، 'ہجرتِ کبریٰ' ہے۔

﴿۱۰﴾---حدیث شریف میں ہے:

نِیَّةَ الْمُومِنِ خَیرُ مِنْ عَمَلِهٖ

مومن کی نیت اسکے عمل سے بہتر ہے۔

یہ حدیث اگر چہ اصطلاحِ محدثین میں صحیح نہیں ہے، لیکن اس کو موضوع بھی نہیں کہا گیا ہے۔ اسکی توضیح میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

﴿الف﴾---نیت تنہا بغیر اقتران[۱] عمل بھی عبادت ہے اور اس پر ثواب مرتب ہوتا ہے بخلاف عمل جوارح کے، اسلئے کہ یہ سارے عمل حصولِ ثواب میں محتاجِ نیت ہیں۔

حدیثوں میں آیا ہے کہ محض اچھی نیت اور اچھے ارادہ کو کامل نیکی میں شمار کرلیا جاتا ہے---نیز---حدیثوں میں یہ بھی آیا ہے کہ اگر سونے والا یہ نیت کر کے سوئے کہ مجھے تہجد کی نماز کیلئے بیدار ہونا ہے تو اس کیلئے تہجد کا ثواب لکھ لیا جاتا ہے، اگر چہ غلبۂ خواب کے سبب وہ صبح تک بیدار نہ ہو سکے، اور اس سے تہجد فوت ہو جائے۔ اس سلسلے میں اور بھی بہت سی حکایتیں ہیں---نیز---بہت ساری حدیثیں ہیں۔

﴿ب﴾---نیت کا محل دل ہے اور دل مکان معرفت ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جو محل معرفت سے پیدا ہو اور اس معدن ومخزن سے نکلے وہ اس سے فاضل اور شریف تر ہوگا جو اسکے غیر سے حاصل ہو۔

حضرت سہیل بن عبداللہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے: آپ نے فرمایا ہے کہ عرش سے فرش تک کوئی مکان اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندۂ مومن کے دل سے زیادہ عزیز نہیں، اسلئے کہ خدائے عزوجل نے

---

[۱] ﴿۱﴾---ملنا

پوری مخلوق کو جتنے عطیہ اور جتنی کرامتیں عطا فرمائیں ہیں اس میں اس کی معرفت سے بڑھ کر اور عزیز تر اسکے نزدیک کوئی نعمت نہیں۔ اسلئے تو اپنی اس عزیز ترین نعمت یعنی معرفت کو رکھنے کیلئے اس عزیز ترین مقام یعنی دل مومن کا انتخاب کیا اور اس میں یہ دولت بے بہا رکھی۔ اگر دلِ مومن سے زیادہ عزیز خدا کے نزدیک کوئی اور مقام ہوتا، تو وہ اپنی معرفت کو اسی مقام پر رکھتا، یہاں نہ رکھتا۔۔۔ نیز۔۔۔ حضرت موصوف نے فرمایا کہ بندہ کی خسیس ترین ہمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو عزیز ترین مکان ہو اس کو ذکر حق سے خالی رکھے، اور بے ادب وہ شخص ہے، جو دل میں اللہ کی رکھی ہوئی نعمت معرفت کو نکال دے اور اس کی جگہ دوسری چیز لائے۔

﴿ج﴾۔۔۔ نیت، عمل سے بہتر ہے اسلئے کہ نیت پائدار اور باقی رہنے والی چیز ہے اور عمل ناپائدار اور فانی ہے۔ جنتیوں کا ہمیشہ جنت میں رہنا اور دوزخیوں کا ہمیشہ دوزخ میں رہنا، نیت کے سبب ہے جو دائمی ہے۔ اگر مذکورہ بالا انجام بقدر عمل ہوتا تو اسی زمانہ کی مقدار میں ہوتا، جتنے زمانہ تک عمل کیا ہے۔

﴿د﴾۔۔۔ عمل میں ریاء عارض ہو جاتی ہے جسکی وجہ سے عمل فاسد اور بیکار ہو جاتا ہے بخلاف نیت خیر کے، اسلئے کہ یہ امر باطن سے ہے جہاں ریاء کا گذر نہیں۔ بعض آثار سے ثابت ہے کہ جب ملائکہ بندوں کے اعمال بارگاہِ حق میں پیش کرنے کیلئے جاتے ہیں تو رب تعالیٰ انکے بعض سے فرماتا ہے:

اَلقِ تِلكَ الصَّحِيفَةَ اَلقِ تِلكَ الصَّحِيفَةَ

اس صحیفہ کو نظر انداز کر دو

۔۔۔فرشتہ عرض کرتا ہے الٰہ العالمین! تیرے بندے نے اچھی بات کہی اور اچھا عمل کیا اس کو میں نے سنا دیکھا اور پھر نیکیوں کے دفتر میں لکھ لیا تو جو بات کان سے سنی اور آنکھ سے دیکھی ہو اس کو کیسے نظر انداز کروں۔ ارشادِ باری ہوتا ہے:

لَم یُرِدُبِہٖ وَجُھِیُ

اس بندے نے اس عمل سے میری رضا نہیں چاہی ہے

۔۔۔اور بعض فرشتوں سے ارشاد فرماتا ہے:

اُکتُبُ لِفَلَانٍ کَذَا وَکَذَا

یعنی فلاں بندے کے نامہء اعمال میں عمل خیر لکھو

۔۔۔فرشتہ عرض کرے گا الٰہ العالمین اس بندہ نے تو کچھ بھی عمل نہیں کیا تو پھر کیا اور کیسے لکھوں؟ خطاب آتا ہے کہ اس نے نیت خیر کی ہے اور عمل خیر کا ارادہ کیا ہے۔

﴿۵﴾۔۔۔اعمال خیر بے شمار ہیں اور مومن کی نیت کا سب سے تعلق ہے۔ اگر بندہ چاہے تو سب کی نیت کر کے جملہ اعمال کی نیتوں کو وجود میں لے آئے لیکن تمام اعمال کا وجود میں لانا ناممکن ہے۔

۔۔۔الحاصل۔۔۔اعمال بے شمار کی نیت کرنا آسان ترین ہے، لیکن بیشمار عمل کرنا دشوار ترین ہے۔ تو پتہ چلا کہ نیت کے ثواب کی کوئی حد نہیں اور ساری نیکیاں اور عبادتیں اپنی نیتوں میں محدود و منحصر ہیں۔

اس قیاس پر کہا جاسکتا ہے کہ:

نِیَّةُ الْکَافِرِ شَرٌّ مِّنْ عَمَلِهٖ

کافر کی نیت اسکے عمل سے زیادہ بری ہے

---اسلئے کہ کافر کیلئے تمام معاصی کی نیت کا وجود تو ممکن ہے اور پھر اس پر بیشمار عذاب گناہ متفرع لیکن اسکا عمل بہر حال محدود و منحصر ہے

---نیز---اس کیلئے جملہ اعمال کا وجود میں لانا ناممکن ہے۔

فوائد:

﴿۱﴾---حدیث کے الفاظ اگر اسی قدر ہوتے:

فَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَیٰ اللّٰهِ فَهِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ

---تو بھی اصل مقصود پر کوئی اثر نہ پڑتا لیکن اللہ کے نام کے ساتھ 'وَاِلٰی رَسُوْلِهٖ' فرما کر اور رسولِ کریم کا نام ملا کر واضح کر دیا کہ ہر 'ہجرت الی اللہ'، 'ہجرت الی الرسول' ہے۔ ایسے ہی ہر 'ہجرت الی الرسول'، 'ہجرت الی اللہ' ہے۔ ان دونوں میں کوئی مغائرت[۱] نہیں۔

﴿۱﴾---یوں بھی کہا جاسکتا تھا کہ:

فَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

---لیکن ایسا نہیں فرمایا گیا! بلکہ 'مشکوٰۃ المصابیح' کے اس نسخے میں جسکی طرف 'اشعۃ اللمعات' نے واضح اشارہ کیا ہے اور جو نسخہ شیخ محقق کے زیر نظر تھا اس میں جس طرف 'اللہ' سے پہلے لفظ 'الیٰ' لایا گیا ہے، اسی طرح 'رسولہ' سے پہلے لفظ 'الیٰ' کا ذکر فرمایا گیا

---

[۱] ---یعنی غیریت، یا علیحدگی

ہے، تا کہ واضح ہو جائے کہ ہجرت کا تعلق اللہ و رسول دونوں سے بالاستقلال ہے۔ یعنی قرآن جس طرح رضائے الٰہی کیلئے ہجرت کا مطالبہ کرتا ہے اسی طرح رضائے رسول کیلئے بھی ہجرت کا طلب گار ہے۔ اب رہ گیا دوسروں کی رضاء کیلئے ہجرت کرنا! تو یہ اسی وقت نگاہِ شریعت میں پسندیدہ ہو سکے گا، جبکہ انکی رضا اللہ و رسول کی رضا کی پابند و ماتحت ہو۔ اس مفہوم کی وضاحت اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے:

۔۔۔ ارشادِ ربانی ہے:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ

﴿سورۃ النسآء: ۵۹﴾

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور علماء مجتہدین کی۔

۔۔۔ اللہ و رسول کی اطاعت چونکہ مستقل حیثیت رکھتی ہے ۔۔۔ بایں معنی ۔۔۔ کہ ایک کی اطاعت دوسرے کی اطاعت ہے۔ ایک کی اطاعت کا انکار دوسرے کی اطاعت کا انکار ہے۔ اسی لئے لفظ اَطِيْعُوا کی تکرار فرمائی گئی، بخلاف اُولِى الْاَمْرِ کی اطاعت، جو اللہ و رسول ﷺ کی تابع ہے۔

خیال رہے کہ رسول کی اطاعت اگر چہ اطاعت الٰہی کے بعد ہے لیکن اطاعت الٰہی کے تابع نہیں ہے۔ بعد ہونا اور ہے، تابع ہونا اور ہے۔ اگر ہمیں کسی حکم کو دیکھنا ہوگا، تو پہلے قرآن کریم کو دیکھیں گے، وہاں نہ ملا تو پھر حدیث رسول پر نظر کریں گے۔ اس میں بھی صراحت نہ ملی تو اجماع اور پھر قیاس مجتہد کی طرف توجہ مبذول کریں گے۔ بشرطیکہ یہ اجماع و قیاس پابند ہوں، ان اصولوں کے جن کا استنباط قرآن و حدیث سے کیا گیا ہے۔ لہٰذا اجماع و قیاس قرآن و حدیث کے احکامات کے ناسخ نہیں ہو سکتے۔ یہی دلیل ہے ان دونوں کے تابع ہونے کی۔ بخلاف حدیث شریف کے، کہ اگر اسکے لبہائے نبوت سے نکلنے کا ثبوت شہرت و تواتر سے ثابت ہو تو

وہ قرآن کے احکام کیلئے ناسخ بھی ہوسکتی ہے۔ اب رہ گئیں بعض حدیثیں جن سے نسخ قرآن جائز نہیں، تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان حدیثوں کے حدیث رسول ہونے کا ثبوت اس پایہ کا نہیں ہے، جس پائے کا ثبوت نسخ کتاب کیلئے درکار ہے۔

---الحاصل---نسخ کتاب بالحدیث کا اصولِ مسلمہ اس بات کی طرف اشارہ کررہا ہے کہ اطاعت مصطفیٰ کی ایک مستقل حیثیت ہے کہ ہمارے سرکارِ عربی کو اس بات کا پابند نہیں کیا گیا ہے کہ انکی انھیں باتوں میں اطاعت کی جائے جنکا ثبوت قرآن سے ہو، بلکہ رسولِ کریم کو اختیار دیا گیا ہے کہ جس چیز کو چاہیں حرام فرمادیں اور جس چیز کو چاہیں حلال اور امت کو پابند کردیا گیا ہے کہ رسول کے ہر حکم کی اطاعت کریں اور یہ نہ دیکھیں کہ آخر اسکے بارے میں قرآن نے کیا فرمایا ہے۔

'مسند امام احمد' میں ایک صحیح حدیث ہے جسکے سارے راوی ثقہ ہیں، جس میں فرمایا گیا ہے کہ ایک شخص بارگاہِ رسالت میں اس شرط پر ایمان لائے اور اسلام قبول کیا کہ صرف دو ہی وقت کی نماز پڑھیں گے۔ حضور نے اس کو قبول فرمالیا۔ غور فرمایئے کہ قرآن کریم میں پانچ وقتوں کی نماز کی صراحت کے باوجود، رسول کریم کا ایک فردِ خاص سے دو ہی وقتوں کی نماز کا قبول کرلینا کیا یہ نہیں بتاتا ہے؟ کہ رسول عربی کو شرعی اختیارات منجانب اللہ عطا فرمائے گئے ہیں۔ رسول کریم کے شرعی اختیارات کو سمجھنے کیلئے، 'اَلتَحقِیقُ البَارِع فِی حُقُوقِ الشَّارِعِ' مرتبہ حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ ۔

---نیز---مزید تفصیل وتحقیق کیلئے 'الامن والعلی' للمجدد المائۃ الحاضرۃ الامام احمد رضا رضی اللہ عنہ ملاحظہ فرمایئے۔ رسول ﷺ کے یہ سارے تشریعی اختیارات بتارہے ہیں کہ رسول کریم کی اطاعت بعد اطاعت الٰہی تو ضرور ہے، لیکن اطاعت الٰہی کے تابع نہیں، جیسا کہ اجماع وقیاس، قرآن وحدیث کے تابع ہیں۔

﴿۳﴾---جب دنیا سے مراد ہر وہ شے ہے جو ماسوائے حق ہو اور خدا سے

غافل کر دینے والی ہو، تو ترک دنیا سے مراد ہر وہ شے سے کنارہ کشی اختیار کر لینا ہے جو خدا سے غافل کر دینے والی ہو۔ لٰہذا اگر کوئی پہاڑوں کی چوٹیوں پر، غاروں میں، اور جنگلوں میں دنیا کے ہنگاموں سے الگ ہو کر تنہائی کی زندگی بسر کرے، لیکن خدا سے غافل ہو تو وہ اسلامی نقطہ ٔنظر سے 'تارک الدنیا' نہیں ہے۔ برخلاف اسکے، اگر کوئی آبادیوں میں رہے، بال بچوں کے ساتھ زندگی بسر کرے، دنیا کی ہر نعمت سے فائدہ حاصل کرے۔۔۔ الحاصل۔۔۔ دنیا کے ہنگاموں سے اپنے کو الگ نہ کر لے۔۔۔ بایں ہمہ۔۔۔ اس کا دل خدا سے غافل نہ ہو اور اسکے قلب و قالب حدودِ شرعیہ سے متجاوز نہ ہوں، تو وہ دنیا میں رہ کر بھی 'تارک الدنیا' ہے۔ ایسے 'تارک الدنیا' اُن ترکِ دنیا کرنے والوں پر فضیلت رکھتے ہیں جو دنیاوی ہنگاموں سے الگ رہ کر خدا کی یاد کر رہے ہیں۔ اور عقیدۃً، عملاً شریعت سے غافل نہیں ہیں۔

ترک دنیا کے مذکورہ بالا مفہوم سے ظہورِ اسلام سے پہلے دنیا بے خبر تھی۔ لیکن جب خورشید اسلام طلوع ہوا تو دنیا 'ترک دنیا' کے ایک اعلیٰ ترین مفہوم سے روشناس ہوئی۔ اسلام سے پہلے ترکِ دنیا کا صرف یہی ایک مفہوم سمجھا جاتا تھا کہ دنیا سے اپنے کو الگ کر لو اور جنگلوں میں چلے جاؤ۔ آبادیوں کو چھوڑ دو، پہاڑوں کی چوٹیوں پر بسیرا کر لو۔ شادی بیاہ سے اپنے کو بچاؤ۔ عورتوں کو عذاب محض تصور کر لو۔ دنیا کی ہر چھوٹی بڑی نعمت سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ خلاصہ ٔکلام یہ کہ اپنی حیوانیت کے فطری تقاضوں کا بالکلیہ گلا دبا دو۔ اسلئے کہ انھیں تمام صورتوں کو اختیار کرنے کے بعد ہی روحانیت کا فروغ ہو سکتا ہے۔ نام نہاد مصلحین انسانیت نے اس ضابطہ کو بناتے ہوئے یہ نہیں سوچا کہ انسان مرکب ہے روحانیت اور حیوانیت سے، اسلئے اس کی فطرت سے وہی اصول میل کھا سکتا ہے جو ارتقاء روحانیت کے ساتھ ساتھ حیوانی تقاضوں کو بھی پورا کرتا ہو۔

ان حقائق کو کیسے نظر انداز کیا جاسکتا ہے کہ وہی اصول زندگی انسانی حیات کیلئے مفید ہوسکتا ہے جو اسکے تمام فطری تقاضوں کو کامل اعتدال کے ساتھ پورا کررہا ہو۔ نہ تو وہاں دکھتی تڑپتی انسانیت کو سکون مل سکتا ہے، جہاں جذبات کو یکسر پامال کیا جارہا ہو اور نہ وہاں انسانیت نکھر سکتی ہے جہاں تہذیب وتمدن کا سوال اٹھ گیا ہو۔ یونہی نہ کلیسائی رہبانیت دکھی انسان کا علاج ہے، اور نہ ہی آج کی مادہ پرستی میں قلب وروح کا سکون ممکن ہے۔ اربابِ کلیسا ہوں یا آج کے مادہ پرست فلاسفر، دونوں ہی نے انسان کے سمجھنے میں غلطیاں کیں۔ ایک نے صرف اسکی روحانیت کو دیکھا اور دوسرے نے محض اسکے مادی پہلوؤں پر غور کیا۔ ایک نے کہا انسان فرشتہ ہے، دوسرے نے کہا درندہ ہے۔ حالانکہ انسان نہ صرف روح ہے اور نہ صرف مادہ۔ بلکہ ان دونوں کا مجموعہ ہے۔ پس ضروری ہے کہ اسکے سامنے وہ نظریہء حیات پیش کیا جائے جو اسکے حیوانی اور روحانی تقاضوں کو کامل اعتدال کے ساتھ پورا کررہا ہو۔ اور میں پوچھتا ہوں کیا وہ دین اسلام کے علاوہ اور کوئی دین ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

اربابِ کلیسا نے کہا انسان دراصل فرشتہ ہے، لہٰذا اسکو اپنے اندر ملکوتی شان پیدا کرنی چاہئے، بلکہ کوشش کر کے صفوفِ ملائکہ ہی میں شریک ہوجانا چاہئے۔ یہ حیوانی خواہشات اس کیلئے عذاب ہیں۔ زن وشوہر کے تعلقات ختم کردینے چاہئیں، یہی اسکے دکھ درد کا علاج ہے۔ رہبانیت الفاظ کے خوشنما پردوں میں چاہے کتنی ہی دل کش کیوں نہ نظر آئے، لیکن نفسیات کا ماہر اسے زندگی کے گوناگوں مسائل کا حل نہیں قرار دے سکتا۔ کسی بھی فطری جذبہ کو صحیح راہ پر لگایا جاسکتا ہے، فنا نہیں کیا جاسکتا۔ فرض کیجئے ہماری آبادیوں کی طرف کوئی سیلاب پوری ہولناکیوں کے ساتھ بڑھتا چلا آئے، بتائیے اس کا علاج کیا ہوگا؟ کیا موجوں کو لوریاں دے کر سلایا جاسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اسکا صحیح علاج یہ ہے کہ موجوں کا رخ آبادیوں سے ویرانوں کی طرف

﴿۴﴾۔۔۔ نفس سے جہاد کرنا جہادِ اکبر اور جہادِ حقیقی ہے۔ 'موطن طبیعت' کو چھوڑ کر 'مدینہ شریعت' میں آبسنا 'ہجرتِ کبریٰ' اور 'ہجرت حقیقی' ہے۔ ہجرت و جہاد کی مذکورہ بالا شرحیں اپنے الفاظ کے لحاظ سے ایک دوسرے سے الگ ہیں، لیکن مفہوم اور مصداق دونوں کا ایک ہی ہے۔ 'ھجرت عن خواھشات النفس' ہی 'جہاد بالنفس' ہے۔ اسی طرح 'جہاد بالنفس' ہی 'ھجرت عن خواھشات النفس' ہے۔ لہٰذا ہر مجاہد حقیقی، مہاجر حقیقی ہے۔ اور ہر مہاجر حقیقی، مجاہد حقیقی ہے۔

'ہجرت شرعی مکانی' کیلئے ضروری ہے کہ رضائے الٰہی کیلئے ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف انتقال کیا جائے اور چونکہ یہ ہجرت بھی رضائے الٰہی کی پابند ہے، لہٰذا اس ہجرت میں بھی 'موطن طبیعت' سے نکل کر 'مدینہ شریعت' کی طرف جانا ضروری ہے۔ جس سے پتہ چلا کہ 'ہجرت شرعی مکانی' کے ضمن میں 'ہجرت حقیقی' کا وجود پایا جانا ضروری ولازمی ہے۔ برخلاف اسکے کہ 'ہجرت حقیقی' کے ضمن میں 'ہجرت مکانی' کا وجود غیر ضروری ہے۔ اسلئے کہ اگر کوئی 'انتقالِ مکانی' کے بغیر عقیدۃً وعملاً پابند شریعت ہو تو اسے 'مہاجر حقیقی' تو کہا جائے گا لیکن وہ 'صاحب ہجرت مکانی' نہ ہوگا۔

﴿۵﴾۔۔۔ عقل چاہتی ہے کہ انسان میرا تابع رہے۔ نفس چاہتا ہے کہ وہ میرا مطالبہ پورا کرتا رہے۔ عقل اعتدال پسند ہے، نفس انتہا پسند۔ عقل داعی الی الخیر اور نَاھِیُ عَنِ الْمُنْکَرُ ہے، نفس بالکل اسکے برعکس۔ دونوں میں شدید ترین تصادم ہے۔ ایک آگ دوسرا پانی۔ ان میں کا ہر ایک، دوسرے سے کمزور بھی نہیں، کہ زوردار کمزور کو دبالے اور پھر مملکت انسانیت پر صرف اپنی حکومت رکھے۔ عقل کے مطالبات بظاہر بالکل خشک اور نفس کے تقاضے سرسبز وشاداب۔ عقل کے پاس صرف وعدۂ فردا، نفس کے پاس عیش امروز۔ ساتھ ہی ساتھ نفس اتنا بڑا کیاد[1] ومکار ہے جسکا کید[2] ومکر اس عقل پر تو چل ہی جاتا ہے جسکے ساتھ تائید الٰہی نہ ہو۔

---

[1] ۔۔۔دھوکا دینے والا

[2] ۔۔۔دھوکا

حضرت ابوالحسن خرقانی نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا تھا:

سه چیز را غایت ندانستم، غایت معرفت الٰهی ندانستم،
غایت مقام مصطفی ندانستم، غایت کید نفس ندانستم،

---میں تین چیزوں کی انتہا نہ جان سکا۔

﴿۱﴾---معرفت الٰہی ﴿۲﴾---مقامِ مصطفٰی ﴿۳﴾---فریب نفس

نفس تنہا بھی نہیں، ایک بہت بڑا نفس والا اس کا معین و مددگار بھی ہے، جس کا نام عزازیل ہے جس کو قرآن نے شیطان مردود، خناس، انسان کا کھلا ہوا دشمن، وغیرہ وغیرہ، کہہ کر اہل نفس کو شیطان مردود، خناس، انسان کا کھلا ہوا دشمن، وغیرہ وغیرہ، کہنے کا جواز پیدا کر دیا ہے۔ بلکہ اس کہنے اور سمجھنے کو سنت الٰہیہ اور پھر سنت نبویہ بتاتا ہے اور تہذیب و اخلاق کے باب میں ایک نئی دفعہ کا اضافہ کر دیا ہے کہ جو جس خطاب کا پورے طور پر مستحق ہو اور اسکا پورا پورا مصداق ہو اس پر اس خطاب کا اطلاق، ہرگز ہرگز، غیر شریفانہ نہیں۔ اسی اصول کی بنیاد پر چور کو چور اور شرابی کو شرابی کہنے کو انصاف اور دیانت کی کوئی عدالت معیوب نہیں سمجھتی اور اس کو گالی گلوچ سے تعبیر نہیں کرتی۔ نفس کے اس معین و مددگار عزازیل کو اللہ کی جانب سے بڑی قوتیں عطا کی گئیں ہیں اور اس کو انسانی عقل کیلئے ایک بہت بڑی آزمائش بنا دیا گیا ہے۔

---الحاصل---طاغوتی طاقتیں نفس کے ساتھ ہیں، لیکن عقل تنہا ہے۔ اگرچہ عقل اپنی توانائی کے اعتبار سے نفس سے کم نہیں، لیکن تنہائی اور اس کے پیغام کی، 'ظاہری خشکی' نے اس کو ایک طرح کا ناتواں ہی بنا دیا ہے۔ ایسی صورت حال میں اپنے ظاہری و باطنی حواس کو نفس کے شکنجے سے آزاد کرا کے عقل کی دنیا میں آنا کس قدر دشوارترین کام، کتنی بڑی ہجرت، اور کیسا عظیم جہاد، اور کس درجہ کی آزمائش ہے۔ لیکن قربان جایئے رحمت خداوندی پر، جسکی قدرت نے اگر ایک طرف ہماری آزمائش کیلئے **فریب نفس** کو سخت ترین بنانے کیلئے طاغوتی طاقتوں کو اسکا پشت پناہ بنا دیا ہے، تو دوسری

طرف عقل کو تقویت پہنچانے کیلئے اپنی تائید کا بھی سامان فراہم کر دیا ہے۔ ایک مقدس جماعت کو اپنی تائید سے مؤید کر کے عقل کا پشت پناہ بنا دیا ہے۔ جنکے ساتھ طاغوتی طاقتیں تھیں، انکو رب نے **مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ** کہہ کر اپنا غیر یعنی اپنے سے بیگانہ بنا دیا۔ اور جنکے ساتھ اپنی تائید رکھی اسکو، نبی اللہ، رسول اللہ، اولیاء اللہ، فرما کر اپنی طرف نسبت دیکر اپنا یگانہ قرار دیا۔ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ یہ سارے اللہ کے محبوب و مقبول بندے، اللہ کے یگانے، یعنی اسکے اپنے ہیں نہ کہ غیر، یعنی بیگانے۔

اللہ نے صحیفہء ہدایت یعنی قرآن کریم اور صاحب قرآن، یعنی رسول کریم کو مبعوث فرما کر سمجھا دیا کہ اے عقل! اگر تو اپنی فلاح چاہتی ہے اور تجھے دنیا و آخرت کی کامیابی درکار ہے، تو آ، قرآن اور صاحب قرآن کو اپنا سہارا بنا لے۔ میں نے تیری ہدایت کیلئے ان کو تیرے قریب کر دیا ہے، اب اگر تو انکے قریب ہو جائے گی تو میرے قریب ہو جائے گی۔ اگر تو نے انہیں پشت پناہ بنا لیا، تو تجھے میری تائید اپنے سائے میں لے لیگی۔ یہ میرے غیر نہیں، میرے اپنے ہیں۔ اسی طرح میں نے جس جس کو اپنا ولی، اپنا قریب، اپنا دوست، اور اپنے دین کا مددگار کہا ہے، یہ سارے کے سارے میرے اپنے ہیں۔ میں نے اپنے فضل و کرم سے ان کو جس جس مرتبہ اور جس جس منصب سے نوازا ہے، اس میں اگر اُنکی شانِ محبوبیت کو اجاگر کرنا ہے تو وہیں یہ حکمت بھی ہے کہ وہ اپنے منصب کے مناسب تمہاری دنیا و آخرت میں مدد کریں۔ اُن کی مدد دراصل ہماری ہی مدد ہے۔ اور اگر تو نے ان سے مدد لی ہے تو یہ نہ سمجھنا کہ اللہ کے غیر سے مدد لی ہے بلکہ یہ تو میرے اپنے ہیں، غیر نہیں۔ لیکن اگر تو نے ان کے سوا شیاطین و اصنام وغیرہ کو اپنی مدد کیلئے پکارا، تو یقیناً تو نے میرے غیر کو آواز لگائی جسکا انجام بڑا ہی ہولناک ہے۔

اس حقیقت کو اس مثال سے سمجھایا جا سکتا ہے کہ ایک حکومت کے ماتحت، حکومت کی جانب سے جو محکمے ہوتے ہیں، انہیں حکومت کا غیر نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ وہ

حکومت کے اپنے محکمے ہوا کرتے ہیں لہٰذا ان محکموں کے ذمہ جو کام سپرد کیا جاتا ہے اور پھر وہ اس کو انجام دیتے ہیں تو یہی کہا جاتا ہے کہ یہ حکومت کا کیا ہوا ہے۔ تھانہ سے آپ مدد لیں یا کوتوالی سے یا کسی عدالت سے، یہ مدد طلب کرنا حکومت سے مدد طلب کرنا ہے اور ان کا مدد دینا حکومت کا ہی مدد دینا ہے۔ لہٰذا ان محکموں سے مدد طلب کرنے کو غیر سے مدد مانگنا نہ کہیں گے۔ بخلاف اسکے کہ اگر کسی دوسری حکومت سے مدد لی جائے یا کسی ایسے محکموں سے نصرت حاصل کی جائے جو حکومت کے غیر متعلق ہوں، تو یہ یقیناً اپنی حکومت کے غیر سے مدد حاصل کرنی ہوئی۔ اور مدد کا حاصل کرنے والا حکومت کا باغی ہوا۔

بلاتمثیل۔۔۔۔ نبوت وولایت کے سارے محکمے منجانب اللہ اور حکومت الٰہیہ کے ماتحت ہیں۔ لہٰذا ان محکموں سے طلب اعانت حکومت الٰہیہ سے ہرگز بغاوت نہیں، بلکہ یہ درحقیقت اللہ ہی سے طلب ونصرت ہے۔ جس عقل نے اس غیبی ہدایت کے اشارات سمجھ لئے، اس نے اللہ کے مقبول بندوں کو اپنا سہارا بنالیا، اور اپنے کو انکے سپرد کردیا اور ان کے نقش قدم پر سر رکھ کر چلنے لگی، جسکے نتیجے میں کامیابی وکامرانی نے اس کے قدم چومے۔ اور اسکے عقیدہ وعمل کے دست وبازو اتنے قوی ہوگئے کہ نفس کی توانائیاں اور اس کا ساتھ دینے والی طاغوتی طاقتیں اپنا زور نہ دکھا سکیں۔ اور نفس کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے۔ عقل نفس پر غالب آگئی اور نفس کو اپنا تابع بنالیا۔ نفس نے اگر ایک طرف شیطان کو اپنی مدد کیلئے آواز لگائی تو دوسری طرف عقل کو یہ فریب دیا کہ غیر خدا کی مدد شرک ہے۔ لہٰذا نہ تو اب کسی رسول ونبی سے طلب اعانت کی جاسکتی ہے اور نہ کسی ولی سے، اسلئے کہ یہ سب کے سب خدا کے غیر ہیں۔ نفس نے یہ شعبدہ بازی اسلئے کی کہ عقل دھوکہ میں آجائے اور کسی ایسی طاقت کا سہارا نہ لے لے جسکے آگے اسکی اور اسکے معاونین کی توانائیوں کو سرنگوں ہونا پڑے۔

یہ تو یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ نفس کا مذکورہ بالا فریب خود اسی کی جانب

سے ہے۔ یا اس کو مدد دینے والے شیطان کا دھوکہ ہے۔

لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسے طاغوتی فکر و نظر ہی نے جنم دیا ہے۔ نفس کو خوب معلوم ہے کہ عقل جب تک اللہ والوں سے وابستہ رہے گی، اسکو شکست دینا ناممکن ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ پہلے مختلف انداز میں اللہ کے محبوبوں کی تحقیر کی جائے، ان کے مرتبوں کو گھٹایا جائے۔۔۔ نیز۔۔۔ ان کے مرتبوں کی نفی کی جائے، جن سے وہ اللہ کے فضل و کرم سے نوازے گئے ہیں۔ توحید کا ایسا مطلب سمجھایا جائے، جس میں تقدیس رسالت کا کوئی پہلو نہ ہو۔ رسول کی شخصیت کی ایسی تصویر کھینچی جائے جہاں علم و عمل اور فضل و کمال، حسن و جمال، جود و نوال، جاہ و جلال، اور اقتدار و اختیار کی کوئی رعنائی نہ ہو۔ نفس کی اس آواز کو جب اہل نفس نے سنا تو سوچا کہ نسخہ اچھا ہاتھ لگا ہے۔ انکے قلم متحرک ہو گئے۔ صفحۂ قرطاس پر نقوش ابھرنے لگے۔ عقل کی نگاہیں اس پر پڑیں، وہ حیرت زدہ ہو کر الامان الحفیظ کہنے لگی۔

اللہ اللہ وہ رسول جسکو نصوص، 'عالم ما کان و ما یکون' بتائیں، اسکے علم شریف کو جانوروں، پاگلوں، بچوں کے علم کے مساوی اور شیطان کے علم سے کم کہا جائے۔ وہ رسول جسکی 'حیاتِ جسمانی' ثابت شدہ امر ہو، اس کو کہا جائے کہ 'مر کر مٹی میں مل گئے'۔ وہ رسول جن کو حکمت و کتاب کا معلم اور ساری کائنات کا استاذ بنایا گیا ہو، اس کو اپنا 'شاگرد رشید' جتایا جائے۔ وہ رسول جسکے مقدس جسم سے مس ہونے کے سبب، مزار پاک کی زمین عرش اعظم سے افضل ہو، اسکو اپنے جیسا بشر سمجھا، سمجھایا جائے۔ وہ رسول جسکے بعد کسی نبی کا نہ آنا، 'منصوص من اللہ' ہو، اسی کے زمانے میں یا اس کے بعد کسی اور نبی کے وجود کا امکان ظاہر کیا جائے۔

وہ رسول جو مقام شفاعت کبریٰ پر فائز ہو، اسے اپنی ہی عاقبت سے بے خبر بتایا جائے۔ وہ رسول جس کا ظہور سارے عالم کی ہدایت کیلئے ہوا ہو، اسے اپنی ابتدائی چالیس سالہ زندگی میں گمراہ، بھٹکا ہوا، اور شریعت سے بے خبر بتایا جائے۔۔۔

نیز۔۔۔ ان پڑھ، بادیہ نشین، ان پڑھ صحرانشین، عبد باغی، مجبور محض، جیسے الفاظ سے اسکو یاد کیا جائے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں 'اسرائیلی چرواہے' کا اطلاق، معیوب اور دین ودیانت کے خلاف نہ سمجھا جائے، وغیرہ، وغیرہ۔

مِن اَمثَالِهَا وَنَظَائِرِهَا جنکی عقلوں پر نفس کا غلبہ ہو گیا، تو انہوں نے نفس کی ان ساری باتوں کو عقل کی بات سمجھ لی۔ کاش کہ انکی عقلیں بے سہارا نہ ہوتیں اور وہ لاہوتی توانائیوں کو اپنا پشت پناہ بنالیتیں، تو یقیناً ان میں عقل ونفس کے اشاروں کے مابین خط امتیاز کھینچنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی۔ اور وہ ان باتوں سے اسی طرح پناہ مانگتے جس طرح اسی عقل نے مانگی ہے، جس کو اللہ کی تائید حاصل ہے۔

فرشتوں کے پاس صرف عقل ہے اور جانوروں کے پاس صرف نفس، اور انسان عقل ونفس کا مرکب۔ عقل نفس پر غالب آجائے، تو انسان فرشتوں کا مرکز نگاہ بن جاتا ہے۔ اسلئے کہ فرشتے تو صرف عقل والے ہیں۔ تو ان سے تو صرف عقل ہی کا کام ہوگا۔ اور یہ انسان نفس رکھ کر بھی عقل کے دامن کو نہیں چھوڑتا۔ برخلاف اِس کے اگر نفس عقل پر غالب آجائے تو انسان جانوروں سے بدتر ہو جاتا ہے۔ اسلئے کہ جانور صرف نفس رکھتے ہیں تو ان سے امور نفسانیہ کے سوا اور کیا صادر ہوگا۔ لیکن یہ انسان عقل رکھتے ہوئے بھی خواہشاتِ نفس کا تابع ہے، لہٰذا جانور سے بدتر ہے۔

طاغوتی طاقتیں چاہتی ہیں کہ نفس عقل پر غالب آجائے اور انسان دوٹانگ کا جانور بن کر رہ جائے، بلکہ جانوروں سے بھی بدتر ہو جائے۔ جانور کم از کم اپنے مالک کا احسان فراموش تو نہیں ہوتا، لیکن یہ انسان کتنا بڑا ناشکرا ہے، جو قاسم نعمت الٰہی، صاحب صفات لامتناہی (انسانی فہم وادراک کے اعتبار سے) دنیا وآخرت میں کام آنے والے شفیق ومہربان رسول کا وفادار نہ ہو سکا۔

لاہوتی توانائیوں کی خواہش ہے کہ عقل نفس پر غالب آجائے اور انسان فرشتوں کا مرکز نگاہ بن جائے۔ صبح وشام اس پر رحمت الٰہی کا نزول ہوتا رہے۔ فرشتوں

کی زبان اسکے ذکر اور اس کیلئے دعائے مغفرت سے رطب اللسان رہے۔ عقل ونفس کا یہ تصادم اور انکے نظریات کا وہ ٹکراؤ جسکی طرف میں اشارہ کر چکا ہوں، اس حقیقت کو واضح کر رہا ہے کہ اہل نفس واہل عقل کی شناخت کیلئے ضروری ہے کہ پہلے یہ دیکھا جائے کہ اسکی زبان واس کا قلم انکی بارگاہوں کا گستاخ تو نہیں جو عقل کی ہدایت کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اگر تحریریں وتقریریں گستاخ نہیں، بلکہ تابع فرمان ہیں تو یقیناً وہ اہل عقل سے ہے ورنہ اہل نفس۔

اہل نفس بھی عقل رکھتے ہیں لیکن غلبۂ نفس کی وجہ سے انہیں اہل نفس ہی کہا جائے گا۔ اسی طرح اہل عقل بھی نفس رکھتے ہیں، لیکن غلبۂ عقل کے سبب وہ اہل عقل ہی رہیں گے۔ ان جملہ حقائق کو سامنے رکھنے کے بعد آپ سمجھ لیں گے کہ عقل والا کون ہے، اور نفس والا کون ہے۔ اور وہ کون ہے جو خواہشات نفس سے مکمل طور پر ہجرت کر کے عقل کی دنیا میں آبسا ہو۔ اور کس کے ساتھ تائید رحمانی ہے اور کس کے اوپر غلبۂ شیطانی۔ پھر آپ پر یہ بات بھی واضح ہو جائے گی کہ درحقیقت 'مہاجر حقیقی' کون ہے۔

یہ پوری تفصیلات اس طرف بھی اشارہ کر رہی ہیں کہ 'صابر حقیقی' اور 'مومن کامل' اگرچہ لفظوں کے اعتبار سے دو مفہوم رکھتے ہیں، لیکن ان دونوں کا مصداق ایک ہی ہے:

لَاهِجْرَةَ بَعْدَالْفَتْحِ

۔۔۔کا مطلب گزر چکا کہ فتح مکہ کے بعد مکہ سے ہجرت نہیں، اسلئے کہ اب یہ دارالاسلام ہو گیا اور دارالاسلام کو چھوڑ کر کسی دوسرے مقام پر جا کر بس جانا 'ہجرت شرعی' نہیں۔ جو لوگ ہندوستان چھوڑ کر یا پاکستان یا کسی اور طرف بھاگ رہے ہیں اور اپنے اس فرار کو ہجرت کا نام دے رہے ہیں، وہ شدید غفلت میں ہیں۔

ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ بلکہ علماء ثلٰثہ رضی اللہ عنہم کے مذہب پر ہندوستان 'دارالاسلام' ہے، ہرگز 'دارالحرب' نہیں۔ 'دارالاسلام' کے 'دارالحرب' ہو جانے میں جو تین باتیں امام اعظم کے نزدیک درکار ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہاں احکام شرک علانیہ

جاری ہوں اور شریعت اسلامیہ کے احکام وشعائر مطلقاً جاری نہ ہونے پائیں۔ اور صاحبین کے نزدیک اسی قدر کافی ہے۔ مگر یہ بات بِحَمۡدِ اللّٰہِ یہاں قطعاً موجود نہیں۔

اہل اسلام جمعہ وعیدین واذان واقامت ونماز باجماعت وغیرہا، شعارِ شریعت، بغیر مزاحمت علی الاعلان ادا کرتے ہیں۔ فرائض نکاح، رضاع، طلاق، عدت، رجعت، مہر، خلع، نفقات، حضانت، نسب، ہبہ وقف، وصیت، شفعہ، وغیرہا معاملاتِ مسلمین ہماری شریعت کی بنا پر فیصل ہوتے ہیں۔ ان امور پر حضرات علماء سے فتویٰ لینا اور اسی پر عمل وحکم کرنا حکام کیلئے ضروری ہے۔ اگرچہ ہنود ومجوس ونصاریٰ ہوں۔

بِحَمۡدِ اللّٰہِ یہ بھی شوکت وجبروتِ شریعت اعلیٰ اللہ تعالیٰ حکمہا السامیہ ہے کہ مخالفین کو بھی اپنی تسلیم واتباع پر مجبور فرماتی ہے۔

۔۔۔مزید تحقیق وتفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے:

'اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالسّلام'

ازافاضاتِ عالیہ:

مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا رضی اللہ عنہ ۔

۔۔۔الحاصل۔۔۔ ہندوستان کے دارالاسلام ہونے میں کوئی شک نہیں۔ لیکن کچھ اہل نفس ایسے ہیں جو محض 'تحلیل ربوٰ' کیلئے اس ملک کو 'دارالحرب' ٹھہرا رہے ہیں۔ اور باوجود قدرت واستطاعت کے ہجرت کا خیال بھی دل میں نہیں لاتے۔ انہوں نے سوچا کہ ہندوستان کو جب تک 'دارالحرب' نہیں کہا جائے گا، یہاں سودخوری کے جواز کی کوئی اجماعی صورت نہ نکلے گی۔ لہٰذا اس کو 'دارالحرب' کہہ دیا جائے اور پھر بغیر کسی اندیشے کے سود کے لطف اٹھائے جائیں۔

عرض ناشر

مسلمانانِ عالم کیلئے اس کتاب کی افادیت کو مدنظر رکھتے ہوئے، ادارہ یہ اعلان کرتا ہے کہ جوکوئی صاحب یا صاحبہ، ثواب دارین حاصل کرنے کیلئے یا اپنے کسی رشتہ دار یا بزرگ مرحوم ومرحومہ کے ایصالِ ثواب کیلئے اگر اس کتاب کو اپنی طرف سے زیادہ تعداد میں لوگوں میں تقسیم کرنا چاہیں، تو اس ادارے سے رجوع فرمائیں۔ ہم بغیر کوئی منافع لئے ہوئے، صرف اخراجات لیکر، اس کتاب کو مہیا کردیں گے۔ اسکے علاوہ بھی ہماری بہت سی کتابیں جو بلاہدیہ ہیں، ہم سے منگوائی جاسکتی ہیں، جس میں اردو ترجمہءقرآن، بنام 'معارف القرآن' شامل ہے۔ آپ کو صرف ڈاک کا خرچہ دینا ہوگا۔ چونکہ گلوبل اسلامک مشن کا ہیڈکوارٹر نیویارک، امریکہ میں ہے، اسلئے ہم صرف امریکہ ہی میں یہ خدمت انجام دے سکتے ہیں۔ دوسرے علاقوں کیلئے بھی ہم سے معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

شکریہ۔

ادارہ

’تصدیق نامہ‘

میں نے گلوبل اسلامک مشن، انک، نیویارک، یوایس اے کی کتاب بنام

’اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ‘ ﴿حدیث نیت کی محققانہ تشریح﴾

کی طباعت کے وقت اسکے ہر صفحہ کو حرفاً حرفاً بغور پڑھا ہے۔
تصدیق کی جاتی ہے کہ اس میں موجود قرآن کریم کی آیاتِ کریمہ اور احادیث شریفہ کے الفاظ اور اعراب دونوں بالکل صحیح ہیں۔ اور میرا یہ سرٹیفکیٹ درستگی اور اغلاط سے پاک ہونے کا ہے۔ دورانِ طباعت اگر کوئی زیر، زبر، پیش، جزم، تشدید یا نقطہ چھپائی میں خراب ہوجائے تو اسکا متن کتابت کی صحت سے تعلق نہیں ہے۔۔۔۔علاوہ ازیں ۔۔۔۔کتاب ھذا میں کوئی مضمون ملک وملت کے خلاف نہیں ہے۔

فقط

المصدق

Syed Mohd. Azmat Ali Noor
Research & Registration Officer Auqaf
Sind, Karachi.

سیّد محمد عظمَتُ علی نوری
ریسرچ و رجسٹریشن آفیسر
(محکمہ اوقاف، سندھ) کراچی

اللہ وسایا خان بلوچ
515

محمد اللہ وسایا خان دستی

گلوبل اسلامک مشن، انک
نیویارک، یوایس اے

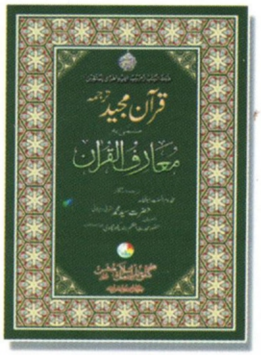

معارف القرآن

اردو ترجمۂ قرآن

مترجم: مخدوم الملت ابوالمحامد حضور سید محمد محدث اعظم ہند رضی اللہ عنہ

آسان، بہترین اورانوکھا ترجمۂ قرآن جسکے بارے میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ 'شہزادے تم نے اردو میں قرآن لکھا ہے'۔۔۔

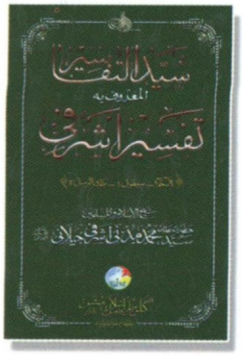

سید التفاسیر

المعروف بہ

تفسیر اشرفی

﴿ الٓمّٓ ۱ — سیقول ۲ — تلک الرسل ۳ ﴾

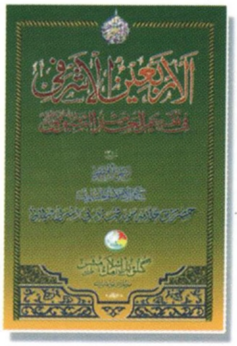

الاربعین الاشرفی

فی تفہیم الحدیث النبوی صلی اللہ علیہ وسلم

'چالیس احادیث مبارکہ کی محققانہ مفصل شرح'

شیخ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی

اہلسنّت وجماعت کا ایک چمکتا روشن ستارہ

علماءِ حق کی سرپرستی میں رواں دواں

GIM

گلوبل اسلامک مشن انک

نیویارک، یو ایس اے

Mailing Information:
P.O. Box 100
Wingdale, NY 12594
U.S.A.

Contact Information:
Toll Free: (800) 786-9209
www.globalislamicmission.com
GIMUSA@GMAIL.COM

આપ હઝરાત કા ચહીતા INDIA કા
NO.1 FREE ઈસ્લામિક SMS GROUP

ASHRAFITODAY

- ફઝાઈલે રસુલ (સલ્લલ્લાહો અલયહે વસલ્લમ)
- ફઝાઈલે હઝરતે મૌલા અલી (રદીઅલ્લાહુ તઆલા અન્હો)
- ફઝાઈલે હઝરતે ફાતેમતુઝઝોહરા (રદીઅલ્લાહુ તઆલા અન્હા)
- ફઝાઈલે હઝરત ઈમામે હસન (રદીઅલ્લાહુ તઆલા અન્હો)
- ફઝાઈલે હઝરત ઈમામે હુસૈન (રદીઅલ્લાહુ તઆલા અન્હો)

કુર્આન–હદીષ, બુઝુર્ગાને–દીન કી
નસીહતેં વ બેશુમાર દીની માલુમાત

અબ આપ કે મોબાઈલ પર પાઈએ

દોસ્તો ! આપ બસ ઈતના કીજીયે

અપને મોબાઈલમેં JOIN ASHRAFITODAY ટાઈપ
કરે ઔર 92195 92195 પર SMS SEND કરે.

ખુદ ભી મેમ્બર બને ઔર દુસરો કો ભી બનાએ